لقد جاءکم رسول من انفسکم
عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم
بالمؤمنین رءوف رحیم (التوبہ ۱۲۸)

مسجدِ نبوی کے پہلے موذّن

تالیف:

مولانا شاہ بلیغ الدین

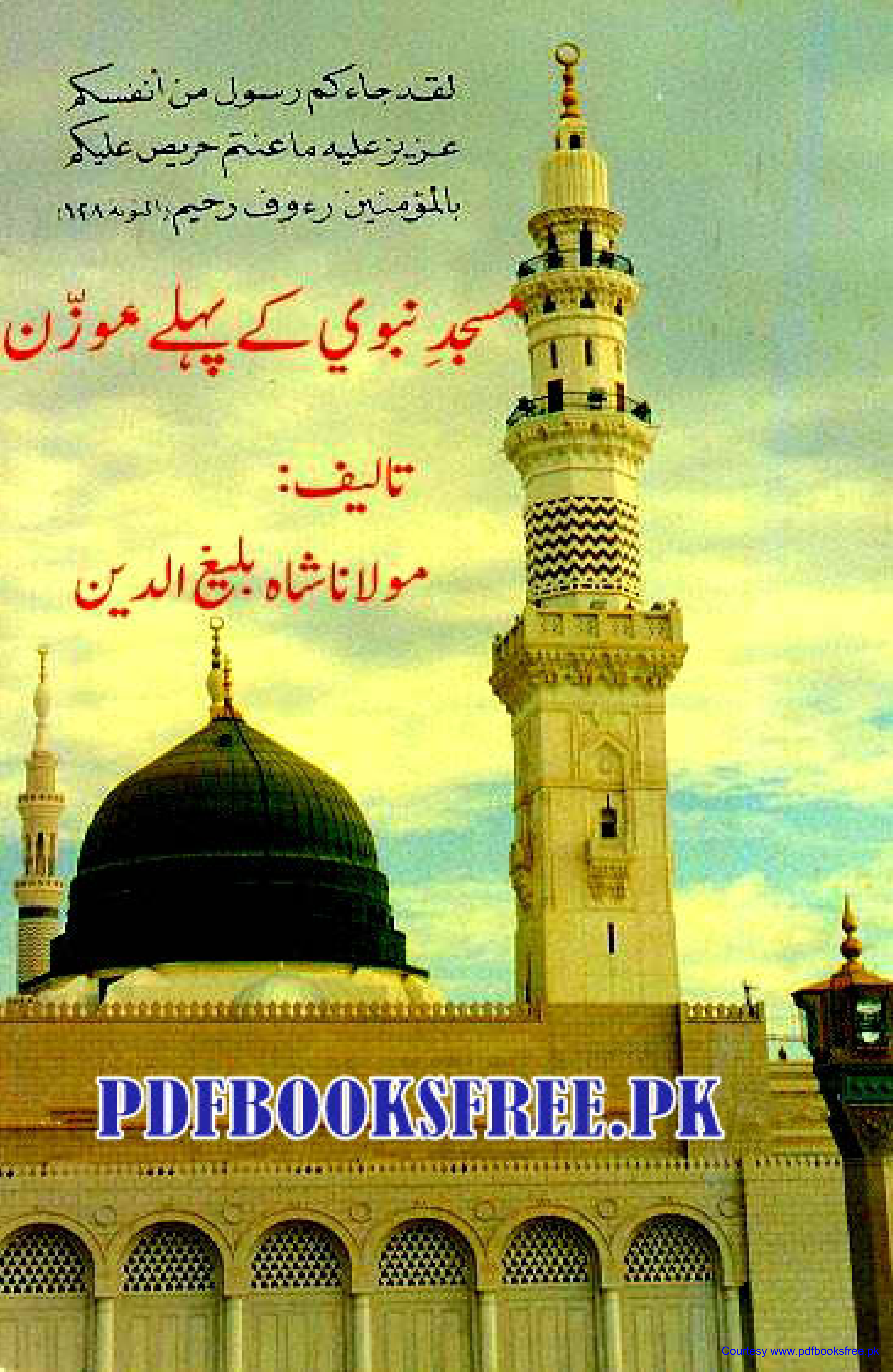

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسجدِ نبوی کے پہلے موذن

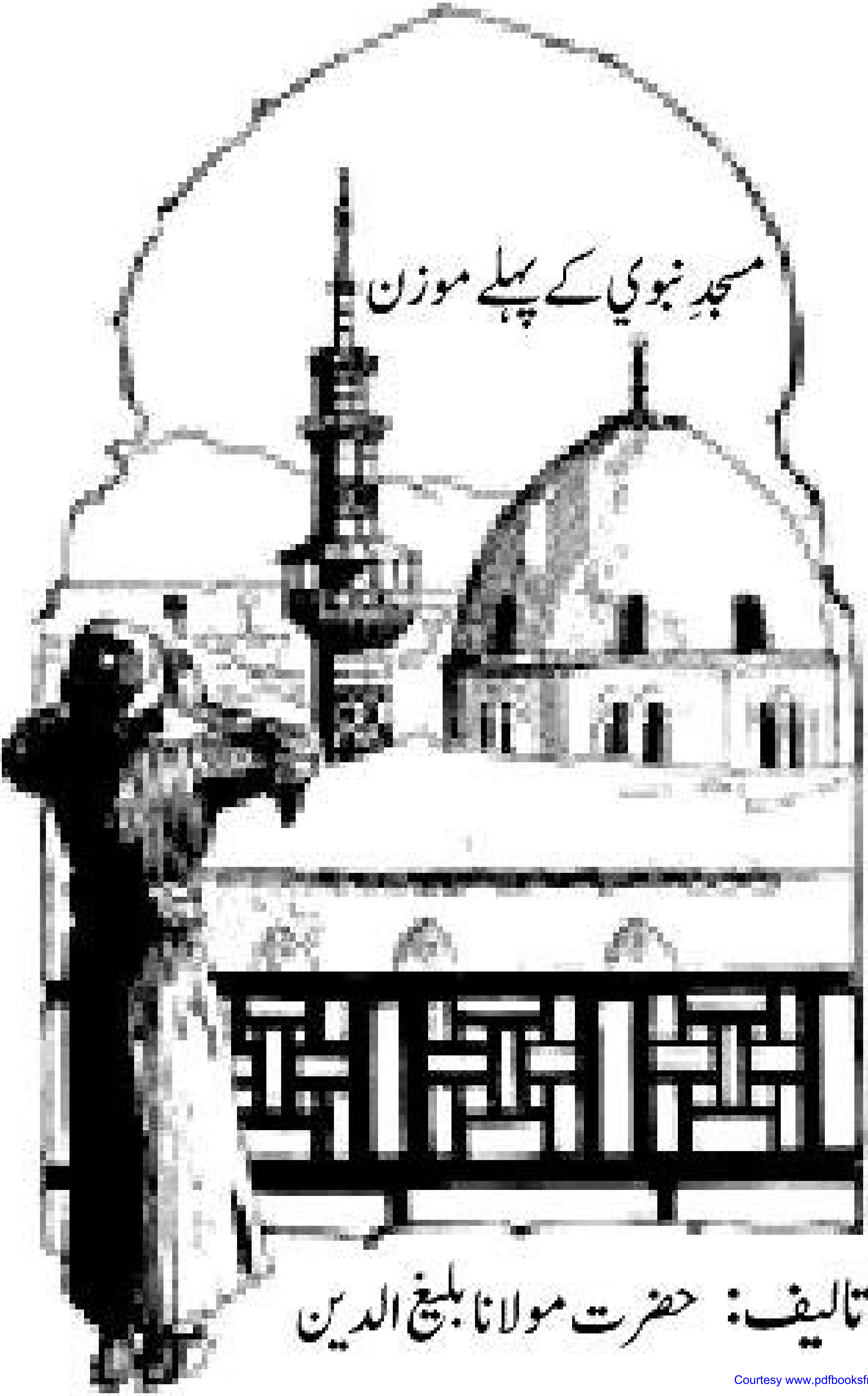

تالیف: حضرت مولانا بلیغ الدین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاہ بلیغ الدین

مسجدِ نبوی کے پہلے مؤذن

چمک اُٹھا جو ستارہ ترے مقدّر کا — حبش سے تجھ کو اُٹھا کر حجاز میں لایا
ہُوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی — تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے

— اقبال

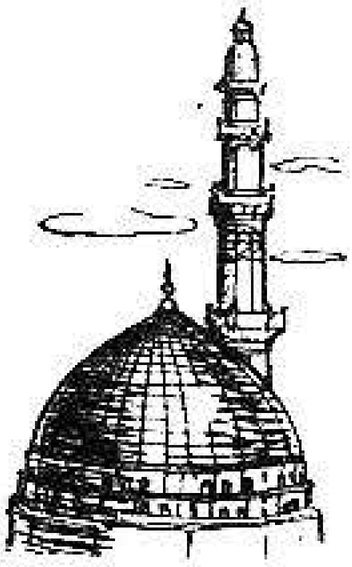

حضرت بلالؓ ان جلیل القدر صحابیوں میں سے ہیں جو اس وقت مسلمان ہوئے جب اہلِ ایمان انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے۔ کہا جاتا ہے آپ آٹھویں مسلمان ہیں۔ صدیق اکبرؓ کی فضیلت کے باب میں امام بخاریؒ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت دی ہے کہ میں نے ایمان لانے کے بعد آنحضرت کو دیکھا آپ کے ساتھ ابوبکرؓ، دو عورتیں اور پانچ غلام تھے۔ یہی روایت اسد الغابہ میں یحییٰ بن معین کے حوالے سے ملتی ہے۔ مجاہد نے پہلے سات آدمیوں کے نام اس ترتیب سے دیے ہیں۔ حضور اکرمؐ، بلالؓ، صہیبؓ، عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ۔ لیکن اسد الغابہ کی اس روایت میں اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور حضورؐ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے نام شریک ہیں۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ غلاموں کی فہرست ہے تو حضرت بلالؓ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

یہ انھی دنوں کی بات ہے جب آپ نئے نئے اسلام لے آئے تھے کہ ایک مرتبہ خانہ کعبہ گئے۔ بتوں کو دیکھا پوجے جارہے ہیں، تو رہا نہ گیا۔ بولے جس نے تمہاری عبادت کی نقصان میں رہا۔

قیمت

قریش نے دیکھا ایک حبشی غلام زادے کی یہ ہمّت کہ وہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے، تو انہیں پکڑ کر بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔ ورقہ بن نوفل کا بیان ہے میں ایک بار بطحا کے علاقے سے گزر رہا تھا۔ سخت گرمی کے دن تھے۔ پتھریلی زمین کا یہ علاقہ اس زمانے میں آگ کی طرح دہکتا ہے۔ دیکھا کچھ لوگ کسی کو زمین پر گھسیٹتے پھر رہے ہیں۔ سینے پر بڑا سا پتھر رکھّا ہے۔ پیٹھ پر سریش لگائی گئی ہے۔ خون کے فوّارے چھوٹ رہے ہیں اور تمام راستہ لہولہان ہوگیا ہے لیکن ظالم اُسے گھسیٹنے سے نہیں تھکتے۔ میں نے قریب جاکر دیکھا بلالؓ تھے۔ ان سے کہا: اس عذاب سے بچنے کے لیے وہ الفاظ کہہ دو جو یہ لوگ کہلوانا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر واہ رے صاحبِ ایمان! جواب دیا "خدا کی قسم یہ لوگ مار بھی ڈالیں، تو میں ان کے بتوں کو نہ مانوں گا۔ میرا رب احد ہے، صمد ہے لم یلد ہے ولم یولد ہے۔ سبحان اللہ وتعالیٰ عمّا یشرکون۔ اللہ کی ذات اس سے پاک اور اس سے بہت بلند ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جاسکے۔ لیس کمثلہٖ شیئ، اللہ جیسی کوئی شے نہیں"۔

ادھر مظالم روز بروز بڑھتے جارہے تھے۔ اِدھر ایمان پختہ سے پختہ تر ہوتا جارہا تھا۔ سونا بھٹّی میں تپتا ہے تو کندن ہوجاتا ہے۔ بچّے بچّے کی زبان پر ان مظالم کی داستانیں تھیں جو حضرت بلالؓ پر توڑے جاتے تھے، لیکن یہ عاشقِ رسولؐ ہر ظلم سہتا اور زبان سے صرف وہی کہتا جو دل کہتا تھا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔ آخر ابوبکرؓ نے بڑی بھاری قیمت پر حضرت بلالؓ کو خرید لیا۔ ان کے بدلے اپنا بہترین غلام فسطاس بلالؓ کے مالک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امیّہ کو دیا۔ اس کے ساتھ بیس سیر چاندی دی اور منہ مانگی اشرفیوں پہ یہ سودا طے ہوا۔ جب بات طے ہو گئی، تو امیّہ نے کہا اے ابنِ ابو قحافہ! تمہاری جگہ میں ہوتا، تو اس ناکارہ غلام کو درم کے چھٹے حصے میں بھی نہ خریدتا۔

جواب ملا۔ "امیّہ تو اس کی قدر و قیمت کیا جانے؟ اس کے بدلے یمن کی بادشاہی بھی بے کار ہے۔"

قدرت کا انتقام دیکھیے میدانِ بدر میں یہی ظالم آقا امیّہ حضرت بلالؓ کے ہاتھوں مارا گیا، لیکن جو مصیبتیں اسلام کے لیے حضرت بلالؓ نے اٹھائیں وہ انھی کا حصہ تھیں۔

دارِ ارقم

حضور صلعم صفا کی پہاڑی کے دامن میں ایک مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے اس کا نام تھا دارِ ارقم۔ اعلانِ نبوت کو چھٹا سال تھا۔ ایمان لانے والوں کی تعداد چالیس یا پچاس کے لگ بھگ تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا گیا۔ ایک اونچے پورے قد کا جوان مضبوط جسم اور جنہ تلوار لٹکائے سامنے کھڑا تھا۔ جس نے دروازہ کھولا وہ حضرت بلالؓ تھے۔ خوب پہچانتے تھے کہ سامنے کون ہے۔ مکہ میں رہ کر کون عمر بن خطابؓ کو نہ جانتا تھا۔ بڑے رُعب داب کے آدمی تھے اور اسلام دشمنی میں اس وقت جو لوگ سب سے بڑھ کر تھے، انھی میں ان کا شمار تھا۔ بلالؓ کو حضرت ابو بکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا، تو وہ حضور صلعم کی دربانی کا کام کرنے لگے۔ دارِ ارقم کے دروازے پر حضرت عمرؓ کو دیکھ کر حضرت بلالؓ خاصے سٹپٹائے۔ سوچا تلوار بھی ساتھ ہے نہ جانے کیا ارادہ ہے۔ خیر جو ہو سو ہو، پُوچھا: کیا بات ہے؟

جواب ملا: میں اندر جانا چاہتا ہوں۔

بلالؓ نے کہا: رُک جائیے میں پہلے اجازت لے آؤں۔ اجازت ملی، تو دروازہ کھول دیا۔

حضرت عمرؓ اسلام لانے نکلے، تو سب سے پہلے جس مسلمان سے مڈبھیڑ ہوئی وہ حضرت بلالؓ تھے۔ ایک معمولی دربان، لیکن اس دربان نے انہیں بلا اجازت بارگاہِ نبوت میں جانے سے روک دیا تھا۔ حضرت عمرؓ صحابیوں میں داخل ہوئے تو ان کی قدر و منزلت بڑھتی گئی حتیٰ کہ صدیق اکبرؓ کے بعد وہ امیر المومنین ہو گئے۔ خلیفۂ خلیفۃ الرسل بن گئے، لیکن یہ دن ہمیشہ انہیں یاد رہا۔ یہی حبشی نژاد غلام اس عزت کا مستحق ٹھہرا کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی زبان سے ان کے لیے ہمیشہ 'میرے آقا' کے الفاظ نکلتے تھے اور وہ سردارانِ قریش سے زیادہ ان کی عزت کرتے تھے۔

ہجرت

حضور اکرمؐ کے ہجرت کرنے سے پہلے جو لوگ مدینے میں داخل ہوئے ان میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن امِ مکتومؓ کے بعد آنے والے حضرت سعدؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ ہی تھے۔

یثرب آئے، تو حضرت بلالؓ بیمار پڑ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی بیمار پڑ گئے، عامر بن فہیرہؓ بھی۔ تینوں اس وقت ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ حضور اکرمؐ کو اطلاع ہوئی، تو آپؐ عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت بلالؓ مکان کے صحن میں پڑے بخار کی شدت سے کراہ رہے تھے۔ مکہ کا ذکر زبان پر تھا۔ مزاج پُرسی کے بعد اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے لیے مدینے کو پسندیدہ بنا دے جیسے تو نے ہمارے لیے مکہ کو پسندیدہ بنایا اور ہمارے لیے اس کے پیمانوں میں برکت ڈال دے۔

یثرب، ہجرت سے پہلے بیماری کا گھر سمجھا جاتا تھا۔ یثرب کے معنی ہی بیماری کی جگہ کے ہیں۔ یہی وجہ تھی ہجرت کے بعد بہت سے مہاجر بیمار پڑ گئے۔ پھر حضور صلعم نے ایک خواب دیکھا۔ صحابہ سے بالخصوص مہاجرین سے ارشاد فرمایا میں نے دیکھا ایک عورت کالا رنگ، بال پریشاں مدینے سے نکل گئی ہے۔ پھر آپ ہی نے تعبیر دی کہ وبائیں یثرب سے چلی گئیں ——— ہجرت کے بعد یثرب کو مدینۃ النبی پکارنا شروع کیا گیا۔ وہ دن اور آج کا دن مدینہ اپنی خوشگوار آب و ہوا کے لیے مشہور ہے۔ کون جانے موسم کی اس تبدیلی میں حبش نژاد چرواہے کا کیا حصہ ہے؟

بانگِ اذاں

جب نماز مکہ میں فرض ہوئی تھی تو مسلمان بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے۔ ہجرت کے بعد اس بارے میں مشورہ ہوا مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی کیا صورت بہتر ہو گی۔ مختلف رائیں تھیں ابنِ عمرؓ کا بیان ہے پہلی رائے جسے حضور اکرمؐ نے پسند کیا اور اس پر کچھ دن عمل ہوتا رہا وہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی۔ حضرت بلالؓ مسلمانوں کے گھروں کے سامنے سے گزرتے اور آواز لگاتے جاتے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کے الفاظ کا مطلب ہوتا کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔

اس کے بعد مدنی زندگی میں پھر ایک مرتبہ مشورہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے اذان اور اقامت کے بارے میں خواب دیکھا۔ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے نیند سے بیدار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوتے ہی بارگاہِ نبوت میں پہنچ کر عرض کیا: میں کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا کہ میں نے دیکھا ایک شخص دوہرے کپڑوں میں لپٹا ہوا میرے قریب آیا، اس کے ایک ہاتھ میں ناقوس تھا۔ ناقوس سنکھ کو بھی کہتے ہیں اور گھنٹے کو بھی۔ میں نے اُس سے پوچھا، یہ ناقوس بیچو گے؟ اُس نے پوچھا، تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا اسے بجا کر میں مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کروں گا۔ اس نے کہا میں تمہیں اس سے بہتر صورت بتاؤں۔ میں نے کہا ضرور۔ پھر اس نے مجھے اذان کے الفاظ سنائے۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ خواب بیان کیا ہی تھا کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ یہ خواب انہوں نے بھی دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی یہی الفاظ دہرائے۔ رسالت پناہ نے حکم دیا کہ اے عبداللہؓ: بلالؓ کے ساتھ اٹھو اور جو کچھ تو نے دیکھا ہے اسے بتاتا جا کہ وہ اذان دے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ وہ بلند آواز والا ہے۔

مدینے کی ایک خوشگوار صبح ابھی نہ پھٹی تھی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں محوِ خواب تھے کہ حضرت بلالؓ مسجدِ نبوی کی ایک دیوار پر کھڑے ہو گئے۔ آج لحنِ داؤدی سمٹ کر حضرت بلالؓ کی نوکِ زباں پر آ گیا تھا وہ سراپا نور، مہبطِ وحی، شفیع الامم صلی اللہ علیہ وسلم نظروں کے سامنے تھا۔ جذب و مستی کے ایک عجیب کیف میں مست الست حضرت بلالؓ نے زبان کھولی ؎

ناگاہ فضا بانگِ اذاں سے ہوئی لبریز
وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دلِ کہسار

خاندان

ابوعبداللہ حضرت بلالؓ کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ ماں حبشن تھیں اور والد عرب۔ کچیل ان کے بھائی تھے۔ بہن کا نام عفرا تھا۔ ایک روایت یہ ہے ان کے دو بھائی تھے ایک کا نام خالد تھا۔ ابنِ سعد نے کل افرادِ خاندان پانچ لکھے ہیں۔

سمعانی نے انہیں کوش بن سام کی اولاد میں بتایا ہے۔ کوش حضرت نوحؑ کے پوتے تھے۔ انہوں نے حبشہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کو یمن کے قبیلہ خثعم کا بتاتے ہیں۔ خثعم حبشہ سے آ کر یمن میں بس گئے تھے۔ ابنِ سعد نے لکھا ہے وہ سراۃ نامی جگہ پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں مکے ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ ایک خیال ہے وہ حضور اکرمؐ سے عمر میں دس سال چھوٹے تھے۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر ۴۳ سال تھی۔

زید بن اسلمؓ سے روایت ہے ایک بار ابوالبکیر کے لڑکے حضور صلعم کی خدمتِ گرامی میں حاضر ہوئے اور گذارش کی کہ ہماری بہن کا کسی سے عقد کر دیجیے۔

آپ صلعم نے دریافت فرمایا: کیا تم بلالؓ کو پسند کرتے ہو؟

لڑکے خاموش رہے اور کچھ دیر کے بعد واپس چلے گئے۔ دوسری مرتبہ پھر انہوں نے خدمتِ نبوی میں پہنچ کر درخواست کی کہ ان کی بہن کے لیے کوئی مناسب رشتہ تجویز کیا جائے۔

پھر ارشاد ہوا: کیا تم کو بلالؓ پسند ہے؟

اس مرتبہ بھی لڑکے خاموش رہے۔ تیسری بار پھر انہوں نے آپؐ سے رشتے کے لیے عرض کیا۔

پھر آپ صلعم نے وہی ارشاد کیا، البتہ اس مرتبہ ایک جملے کا اور اضافہ فرمایا۔ اضافہ بھی وہ کہ جس نے سُنا حضرت بلالؓ کی قسمت پر رشک کرنے لگا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: کیا تم اہلِ جنت میں سے کسی کو چاہتے ہو؟ اس مرتبہ جواب میں عرض کیا گیا کہ آپ کو اختیار ہے۔

آپ نے حضرت بلالؓ کا عقد ابوالبکیر کی لڑکی سے کر دیا۔ قتادہ کا بیان ہے عقد بنی زہرہ کی عربی النسل لڑکی ہند الخولانیہ سے ہوا۔

افسرِ مہمانداری

جب حضرت ابوبکرؓ نے امیہ سے خرید کر انہیں آزاد کر دیا، تو وہ حضور صلعم کی خدمت میں رہنے لگے۔ مدینہ پہنچے، تو انہیں اور زیادہ خدمت گزاری کا موقع ملا۔ جو لوگ حضور اکرمؐ سے ملنے آتے تھے اُن کی ملاقاتوں کا انتظام اور مہمانداری کے فرائض انہی کے سپرد تھے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ختمی مرتبتؐ کی خدمت میں مختلف قبیلوں کے وفد آتے رہتے تھے۔ فتحِ مکہ کے بعد یہ سلسلہ اور بڑھ گیا۔ ۹ھ تو نہایت ہی وفود کا سال عہدِ نبوی میں سب سے زیادہ وفد اسی سال مدینے آئے۔ ابنِ سعد کا خیال ہے حضرت بلالؓ نے کم از کم ساٹھ وفود کی رہنمائی کی ہو گی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مہمانوں کے لیے حضور صلعم کے پاس کھانے پینے کا انتظام کرنے کو کچھ نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں حضرت بلالؓ کو کہیں نہ کہیں سے اخراجات کا انتظام کرنا پڑتا۔

نقشِ حیات

جنگِ بدر میں جن صحابہ کرام نے شرکت فرمائی، اُن کی دین اور دنیا میں بڑی عزت ہے۔ حضرت بلالؓ جنگِ بدر میں شریک تھے۔ ان ساری لڑائیوں میں جن میں آنحضرت صلعم نے شرکت کی، وہ موجود رہے۔ اُن لڑائیوں (سرایا) میں بھی شریک رہے جو حضور صلعم کی زندگی میں ہوئیں۔ یہ وہ لڑائیاں تھیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جن میں صحابہ سپہ سالار ہوتے تھے۔ عہدِ نبویؐ کے بعد بھی میدانِ جہاد میں دادِ شجاعت دیتے رہے۔ محتاط اندازے کے مطابق انہوں نے نوّاسی لڑائیوں میں حصّہ لیا۔ جنگِ خندق کے بعد جب حضور اکرمؐ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی قضا نمازیں ایک کے بعد ایک پڑھیں تو اس موقع پر حضرت بلالؓ ہی نے اذان دی تھی۔ ان چاروں نمازوں کے لیے اذان تو انہوں نے ایک ہی بار دی، لیکن اقامتیں چار بار کہی گئیں۔ بنی قریظہ سے جنگ کی منادی انہی نے کی تھی۔

صلحِ حدیبیہ کے وقت بھی وہ موجود تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں وہ برابر جہاد میں شریک ہوتے رہے۔ کہا جاتا ہے مدینے کا قیام انہوں نے شام کی لڑائیوں میں شریک ہونے کے لیے ہی چھوڑا تھا۔

حضور صلعم کے انتقال کے بعد حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی اجازت سے شام میں سکونت اختیار کر لی۔ ابن جُبیر کا بیان ہے ان کی بیوی دمشق میں ان کے ساتھ تھیں۔ بچے غالباً اپنے عالی مرتبت باپ کی طرح برابر جہاد میں شریک رہتے تھے۔ ابن اثیر نے ابو سعد بلالؓ کے سمرقند میں وفات پانے کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے مدینے میں بھی آپ کی اولاد مدفون ہے۔ ابنِ اسحٰق کی روایت ہے ان کی کوئی اولاد ہی نہ تھی۔

ہجرت کے بعد انصار و مہاجرین میں جو بھائی چارہ قائم ہوا تھا، اس لحاظ سے ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمیؓ آپ کے بھائی تھے۔ شام کے سفر میں جب فاروقِ اعظمؓ نے آپ سے پُوچھا مستقل طور پر کہاں رہنے کا ارادہ ہے؟ بیت المال سے وظیفہ کہاں بھیجا جائے، تو انہوں نے کہا میرے بھائی ابو رویحہؓ شام میں ہیں، مَیں انہی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ میرا وظیفہ انہی کے ساتھ رکھیے۔

قبلۂ اوّل

قیساریہ کی لڑائی میں آپ شریک تھے اور اس وفد میں شامل تھے جو قسطنطین سے ملنے گیا تھا۔ بیت المقدس میں فتح کے وقت ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ نے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں بھی شریک تھے۔ یہیں ظہر کی نماز کا وقت آیا، تو صحابہ کرامؓ نے امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ سے بصد اصرار کہا کہ حضرت بلالؓ سے اذان دلوائی جائے۔ فاروقِ اعظمؓ نے اُن سے کہا اے میرے سردار! آج مسلمانوں کے قبلۂ اوّل پر اسلامی پرچم لہرا رہا ہے۔ اگر اس موقع پر آپ اذان دیں، تو ہماری خوش قسمتی ہوگی۔

حضرت بلالؓ نے جواب دیا: مَیں نے ارادہ کر لیا تھا حضور صلعم کے وصال کے بعد کبھی اذان نہ دوں گا، لیکن آپ کی بات ٹالی نہیں جاتی۔

اب جو حضرت بلالؓ اذان دینے کھڑے ہوئے تو اُن کی آواز سنتے ہی آنحضرتؐ کی یاد تازہ ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ میں کوئی ایسا نہ تھا جس کا اس موقع پر بُرا حال نہ ہوا ہو۔ سب سے بُری حالت حضرت فاروقِ اعظمؓ کی تھی۔ جب حضرت بلالؓ اشہدُ انّ محمدٌ رسول اللہ پر پہنچے، تو حضرت عمرؓ کی حالت ایسی غیر ہوئی کہ حضرت بلالؓ نے سوچا اذان وہیں روک دیں کہ امیر المؤمنین کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ خود حضرت بلالؓ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا، مگر جُوں تُوں کر کے یہ فریضہ پُورا کیا۔ اذان ختم ہوئی فضا خاموش ہو گئی، لیکن دیر تک سب پر ایک کیفیّت سی طاری رہی۔

غنیمت

بارگاہِ نبویؐ میں حضرت بلالؓ کی جو مصروفیات تھیں، ان میں ایک ذمّہ داری مالِ غنیمت تقسیم کرنے کی بھی تھی۔ ایک موقع پر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: مجھے اَور انبیاءؑ پر فضیلت بخشی گئی ہے اور میری اُمّت کو دوسری اُمّتوں سے بڑا درجہ عطا کیا گیا، کیونکہ ہمارے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا۔

غنیمت کی تقسیم میں حضور اکرمؐ بڑی احتیاط برتتے تھے اور بار بار احتیاط کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ لڑائی ختم ہو جاتی، تو آپؐ کے حکم سے حضرت بلالؓ آواز لگاتے کہ جس کے پاس مالِ غنیمت ہو، میرے پاس جمع کرا دے۔ اس منادی کے بعد جو کچھ بھی مالِ غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آتا، حضرت بلالؓ کے آگے لا کر ڈھیر کر دیا جاتا۔ غنیمت کے پانچ حصّے کیے جاتے۔ پانچواں حصّہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا اور باقی مجاہدین میں تقسیم ہوتا۔ یہ ضروری نہ تھا کہ میدانِ جنگ ہی میں غنیمت تقسیم کر دی جائے۔ جنگِ حنین کے بعد حضور اکرم صلعم جعرانہ نامی ایک جگہ آکر ٹھہرے اور یہاں مالِ غنیمت تقسیم ہوا۔ اس لڑائی میں جو مالِ غنیمت تقسیم ہوا، وہ عہدِ نبویؐ میں غنیمت کی سب سے بڑی تقسیم ہے۔ اس میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اُونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ ایک اوقیہ سوا دو یا ڈھائی تولے کا ہوتا ہے۔

جلوسِ عید

حضرت ابنِ عباسؓ سے کسی نے پُوچھا: حضور اکرمؐ کی کسی نمازِ عید کا ذکر کیجیے، تو انہوں نے کہا: ایک عید میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے خطبہ پڑھا۔ پھر آپؐ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ مَیں نے دیکھا آپؐ کے ارشادات کا ایسا اثر ہوا کہ عورتیں اپنے کانوں اور گلوں سے زیور اُتار اُتار کر صدقے کے لیے جمع کراتی تھیں۔ صدقہ جمع کرنے کا کام حضرت بلالؓ کے سپرد تھا۔ آپ ایک چادر پھیلائے یہ صدقات جمع کر رہے تھے۔

امانت حضور صلعم کا بہت بڑا وصف تھا اور حضرت بلالؓ کئی موقعوں پر مسلمانوں کے مال کے امین بنے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نمازِ عید ختم ہوتی، تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت بلالؓ کے سہارے کھڑے ہوتے اور خطبہ ارشاد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فرماتے۔ اللہ اللہ ان کے مقدر میں کیا کیا سعادتیں لکھی تھیں!

نمازِ عید کے لیے جب رسالت پناہؐ تشریف لاتے، تو آپ کے آگے آگے حضرت بلالؓ ہوتے۔ ان کے ہاتھ میں حضور صلعم کا نیزہ ہوتا۔ یہ نیزہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے جس کا نام اصحمہ تھا، حضرت زبیر بن عوامؓ کے ذریعے خدمتِ نبویؐ میں نذر گزارا تھا۔ مسلمانوں نے اسی کے زمانے میں حبشہ ہجرت کی تھی ـــــ اصحمہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کی وفات پر حضور اکرمؐ نے غائبانہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

عیدین کے موقع پر حضرت بلالؓ کا اس طرح آنا جلوس کی صورت پیش کرتا تھا۔ حضرت بلالؓ نیزہ لیے جب عید گاہ میں داخل ہوتے تو حضور صلعم کی نماز پڑھانے کی جگہ تک جاتے اور وہاں قبلہ رُخ نیزہ گاڑ دیتے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھاتے۔

حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں بھی حضرت بلالؓ، عیدین کے جلوس کی قیادت کرتے اور امامِ وقت کے مصلّے کے آگے نیزہ نصب کرتے تھے۔

نمازِ استسقا کے موقع پر بھی حضرت بلالؓ، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے آگے آگے نیزہ لے کر چلتے۔ آپؐ کو وضو کرانے کی سعادت بھی حضرت بلالؓ کو حاصل رہی۔

آخری حج

حجۃ الوداع کے موقع پر جب صفا و مروہ سے ہوتے ہوئے رسالت مآبؐ مِنیٰ کی طرف تشریف لے گئے، تو عرب کے قریب قریب تمام قبیلے اس موقع پر ہمرکاب تھے۔ حضرت بلالؓ نے اس وقت حضور صلعم کو دُھوپ سے بچانے کے لیے ایک چادر سائے کے لیے ہاتھ میں تان رکھی تھی۔

مِنیٰ میں قیام ہوا، تو حضرت بلالؓ ہی تھے جن کی اذان سے ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازیں ادا ہوئیں۔ آنحضرتؐ پھر عرفات کی طرف تشریف لے گئے۔

حیّ علی الفلاح

۸ھ رمضان کے دن تھے، مکّہ فتح ہو چکا تھا۔ حضور صلعم طواف کے بعد مسجد الحرام میں ایک طرف تشریف فرما تھے۔ اپنے اور پرائے سب جمع تھے۔ اتنے میں حضرت بلالؓ کی طلبی ہوئی۔ حکم ہوا عثمان بن طلحہ کے پاس جاؤ اور کعبۃ اللہ کی چابی لے آؤ۔ حضرت بلالؓ، عثمانؓ کے گھر گئے۔ یہ کعبۃ اللہ کے نگران کار تھے۔ ایک زمانے سے یہ سعادت، عثمانؓ کے خاندان میں چلی آ رہی تھی۔ عثمان بن طلحہؓ نے بلالؓ کی زبانی پیام سُنا تو اپنی والدہ کے پاس گئے۔ بولے پیغمبر اسلامؐ نے چابیاں طلب کی ہیں ـــ والدہ نے کہا بہتر ہے تم خود چابیاں لے کر خدمتِ اقدس میں چلے جاؤ۔

چابیاں آئیں تو حضور صلعم نے کعبۃ اللہ کا دروازہ کھلوایا اور اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے پیچھے بلالؓ، اُسامہ بن زیدؓ کچھ صحابہ کرامؓ اور عثمان بن طلحہؓ اندر گئے۔ بعد میں دروازہ بند کر دیا گیا۔ حضور صلعم دیر تک اندر ٹھہرے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے مجھے پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی، دروازے کے پاس لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ خالد بن ولیدؓ دروازے پر کھڑے کیے گئے تھے کہ حضور صلعم کے باہر تشریف لانے تک بڑی تعداد میں لوگ اندر نہ گھس پڑیں۔ ابن عمرؓ دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ رسالت پناہؐ باہر تشریف لے آئے۔ پیچھے پیچھے حضرت بلالؓ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فوراً آگے بڑھ کر حضرت بلالؓ سے تفصیلات پوچھیں تاکہ کوئی بات حضرت بلالؓ کے حافظے سے نکل نہ جائے اور ان کی معلومات میں کمی رہ جائے۔

اب ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ اذان دو۔ وہی جگہ جہاں بلالؓ، خدا کا نام لینے پر لہولہان ہو چکے تھے، آج اس کی فضاؤں میں پرچمِ اسلام بے دھڑک لہرا رہا تھا۔ امیہ بن خلف کا مظلوم حبشی غلام زادہ آج کہاں سے کہاں پہنچا ہوا تھا۔ یہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی برکت تھی۔ حضرت بلالؓ نے کعبۃ اللہ کی دیوار پر چڑھ کر اذان کیا دی، ایک عالم کے لیے توحید کا پیامِ خیر نشر کیا۔

دلِ دیوانہ

حضرت بلالؓ اور حضرت ابنِ امِ مکتومؓ، بارگاہِ نبویؐ کے مستقل مؤذّن تھے۔ حضرت بلالؓ نے یوں تو کئی بار اذانیں دیں، لیکن دو موقعے ایسے تھے حضرت بلالؓ کی اذان سُن کر دل سنبھالے نہ سنبھلتے تھے۔ یہ جناب بلالؓ کی زندگی کے بھی بہت اہم مواقع تھے۔

مؤذّنِ بارگاہِ نبویؐ کے لیے اذان کا مقصد، نماز کے لیے مسلمانوں کا جمع کرنا ہی نہ ہوتا تھا، کچھ اور بھی تھا، یہ دلِ دردمند کی بات تھی جسے اقبال نے خُوب سمجھا اور کہا ؎

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ بنی

۱۱ھ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ ۱۲ تاریخ پیر کا دن تھا۔ مسجدِ نبویؐ کی فضائیں سوگوار ہو گئیں۔ متاعِ دین و دُنیا لُٹ گئی، اللہ والوں کی کوئے نبوّت کے دیوانے، آستانِ حرم کے مستانے، شمعِ نبویؐ کے پروانے، جنہیں لذّتِ دید بھی حاصل تھی اور شرفِ تکلّم بھی میسّر تھا، کیا کچھ کھو بیٹھے کہ ان کے ذہن و دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ فاروقِ اعظمؓ نے عالمِ جذب میں تلوار سونت لی اور کہا خبردار!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو کسی نے رسالت پناہ کی وفات کا ذکر چھیڑا۔ بلالؓ کو کچھ نہ سوجھا۔ مسجدِ نبوی کی دیوار پر چڑھ گئے۔ آپ ہی آپ زبان سے اذان کے الفاظ جاری ہو گئے۔ اللہ اکبر کی صدائیں نہیں، بلالؓ کی جگر خراش چیخیں تھیں کہ مدینے کے در و دیوار ہل گئیں، گلی کوچوں سے آہ و بکا کا وہ شور اُٹھا کہ آسمان کے پار نکل گیا۔ اور جب بلالؓ، اشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے، تو ہاتھ اس طرف اُٹھ کر رہ گئے جدھر روز اُٹھتے تھے۔ نگاہیں اس پیکرِ نور کو ڈھونڈتی رہ گئیں جسے روز دیکھتی تھیں، لیکن ہاتھ نااُمید ہو کر گر گیا، نگاہیں مایوس ہو کر پلٹ آئیں۔ آج بلالؓ تڑپ کر رہ گئے۔ خون کے آنسو روتے رہے کہ ایک قیامت ان پر ٹوٹ پڑی تھی۔ بلالؓ نے طے کیا اب پھر کبھی اذان نہ دیں گے۔ کچھ دن ہی گزرے تھے کہ بلالؓ نے مدینۃ النبی چھوڑ دیا۔ دلِ دیوانہ قابو میں نہ رہا تھا۔ اب اس کے در و دیوار کاٹ کھانے کو دوڑتے تھے، کیونکہ محبوب ربّ المشرقین المغربین کا روئے انور دیکھنے کو نہ ملتا تھا۔ مدینہ جس کے دم سے حرمِ عرش تھا، وہ ذاتِ اقدس ہی نہ رہی تو بلالؓ کے لیے مدینہ کس کام کا تھا!

اذانِ آخریں :

شام کے دور دراز علاقے میں زندگی کے دن پورے ہو رہے تھے۔ مسجدِ نبوی کی خاک کو سرمۂ چشم بنے بہت دن گزرے تھے کہ ایک صبح بلالؓ۔ فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر —— نیند سے چونک پڑے۔ آج خواب میں لطفِ دید حاصل ہُوا تھا اور کس شان سے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلالؓ! کیا ابھی وقت نہیں آیا تم ہماری زیارت کے لیے آؤ۔

دیوانے کے لیے ہُو کی ضرورت تھی، فوراً مدینے کے لیے نکل کھڑے ہُوئے۔ یہاں پہنچے، تو مزارِ مبارک پر مُنہ رکھ کر رونے لگے۔ اتنے میں پسرانِ بتولؓ، جگر گوشئہ رسول حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ وہاں پہنچے۔ دیکھا نانا کی قبر پر کوئی سر ڈالے پڑا ہے، تو قریب آئے۔ دیکھا بلالؓ ہیں۔ انہیں اُٹھایا۔ بلالؓ نے سردارانِ بہشت کو سامنے پایا، تو سینے سے لپٹا لیا۔ بلائیں لیں، پیار کیا، قدم بوس ہُوئے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ نبی زادوں کا حکم ہُوا بلالؓ آج فجر کی اذان تم دینا۔ کن جگر گوشوں نے کس زخم کو کریدا تھا۔ بلالؓ، دل پکڑ کر رہ گئے۔ بھلا آقا زادوں کا حکم ٹالا جا سکتا تھا! مسجدِ نبوی کی دیوار پر چڑھ گئے۔ دل سے بولے ؎

اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارت وہ گداز!

آسمانِ عربدہ کار کی کج روی اور زمانۂ شعبدہ باز کی ناسازگاری نے ہمیں خود اپنی آنکھوں سے ایک ایسی بات دکھائی ہے جو نہ تصوّر میں آتی ہے اور نہ عقل اُسے قبول کرتی ہے۔ اے فرزندِ اقبال مند و بلند بخت! تم نے فرزندی کے رشتۂ الفت کو دفعتہً کاٹ دیا ہے اور سینۂ اقدس میں جو آتشِ شوق بھڑک کر شعلہ بن رہی ہے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ پدرانہ حقوق اور عمر بھر کی تربیت سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور ہمیں اپنا دُشمن قرار دے کر اذیت و تکلیف پہنچانا سہل اور آسان سمجھ لیا ہے۔ قیامت کے دن کی باز پُرس سے غافل و بے خبر ہو گئے ہو، لیکن اس دن جب تمام اعمال کا حساب ہوگا، تو تم اس کا کیا جواب دو گے کہ تمہیں ارتکابِ حق شکنی کی جُرأت کیسے ہُوئی؟

فرزند! تم جو دولت و بادشاہی کی آنکھ کا تارا ہو، تمہارے لیے مناسب یہی ہے کہ اپنی بہادری و فتح مندی پر مغرور نہ ہو اور سازگاریٔ زمانہ و رفاقتِ روزگار پر بھروسہ نہ کرو۔ یہ رنگا رنگ آسمان اور یہ دو رُخی دُنیا قطعاً لائقِ اعتماد نہیں اور اس بدعہد و بیمان زمانے سے کبھی وفا کی امید نہ رکھنی چاہیے۔

عقل کا تقاضا یہ ہے جو کام اس عالی شان خاندان کے اضمحلال و پراگندگی کا باعث ہو، اُس کے ارتکاب سے پرہیز واجب سمجھا جائے اور ہماری اتنے سال کی سلطنت جس کی عظمت و شوکت اور تونگری و اقتدار کا ڈنکا چار دانگِ عالم میں بج رہا تھا اور جس سے روئے زمین کے سارے فرمانروا دوستی کے خواہاں ہوتے تھے۔ اس کے ناموس کی حفاظت کے لیے کوشش کی جائے۔ تمہیں چاہیے کہ ان امیدوں کے مطابق عمل کرو جو لائق بیٹوں سے وابستہ کی جاتی ہیں تاکہ گلشنِ جاہ و جلال کے ایک ثمرِ نورستہ (نوجوان شاہزادے) کی نیک نامی اور قابلیت کا چرچا دُنیا میں قائم و دائم رہے۔

—— (شاہجہان کا خط اورنگ زیب کے نام)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk